عدی بن ثابت انصاری نے حضرت براء بن عازبؓ سے حدیث کی روایت کی ہے، ان کے بارے میں لکھا ہے،

کان امام مسجد الشیعة وقاصهم [1]

متقدمین کی اصطلاح میں تشیع سے مراد حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کی ترجیح وتفضیل ہے اور یہ کہ تشاجرات میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے، اسی کے ساتھ شیخین کے (حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ) تمام صحابہ سے فضیلت میں مقدم ہونے کا عقیدہ ہے، ان شیعۂ علی میں بعض کا اعتقاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں، اگر یہ اعتقاد اجتہاد، تقوی، تدین اور صداقت کے ساتھ ہو تو ایسے راوی کی حدیث رد نہیں کی جائے گی اور متاخرین کی اصطلاح میں تشیع سے مراد رفض محض ہے اور ایسے راوی کی روایت قبول نہیں کی جاتی [2]

ابو المقدام رجاء بن حیوہ کندی فلسطینی متوفی ۱۱۲ھ شام کے علماء وفضلاء اور عباد وزہاد میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

کان رجاء بن حیوة قاصًا [3]　　رجاء بن حیوہ قاص تھے۔

عبد اللہ بن کثیر قرشی داروی مکی، مکہ مکرمہ کے قاص تھے، ایک مرتبہ سفیان بن عیینہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے عبد اللہ بن کثیر کو دیکھا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ

رأیته سنة ثنتین وعشرین، یعنی ان کو ۱۲۲ھ میں دیکھا ہے۔ میں بچپن میں اسمع قصصه وانا غلام، وکان ذا　ان کا وعظ وقصص سنتا تھا۔ وہ اپنی امر الجماعة [4]　جماعت کے قائد تھے،

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ قسم ۲ ص ۲ [2] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۹۴ [3] تاریخ کبیر ج ۲ قسم ۱ ص ۲۸۹ [4] تاریخ کبیر ج ۳ قسم ۱ ص ۱۸۱

عبداللہ بن نبید دمشقی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے لڑکے اور غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر لشکر مسلمہ بن عبدالملک کے قاضی تھے، انھوں نے حضرت عوف بن مالک سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

لا یقص الّا امیرٌ او مامورٌ او مختال[۱]	امیر ہو یا مامور یا پھر مغرور وعظ و قصص بیان کرتا ہے۔

ابن حبّان نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے۔

وکان قاضیا لمسلمۃ بن عبد الملک بالقسطنطنیۃ[۲]	وہ قسطنطنیہ میں مسلمہ بن عبدالملک کے قاضی تھے،

ابن حجر نے بھی لکھا ہے :-

ان عبداللہ بن زید قاضی مسلمۃ بالقسطنطنیۃ[۳]	عبداللہ بن زید قسطنطنیہ میں مسلمہ کے قاضی تھے۔

عائذ اللہ، ابو معاذ مجاشعی نے ابو داؤد نفیع اعمٰی سے روایت کی ہے اور ان سے سلام بن مسکین نے روایت کی ہے، وہ عبدالملک بن مروان کے قاضی تھے،

قاضی عبد الملک بن مروان[۴]	وہ عبدالملک بن مروان کے قاضی تھے۔

اور ابن حجر کے بیان کے مطابق سلیمان بن عبدالملک کے قاضی تھے[۵]

عاصم بن عمرو بن قتادہ انصاری مدنی المتوفی سیر و مغازی کے مشہور عالم تھے، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت علی بن حسین بن علیؓ سے روایت کی ہے،

---

[۱] تاریخ کبیر ج ۳ قسم ا ص ۹۳ [۲] کتاب الثقات ج ۵ ص ۱۵ [۳] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۷
[۴] کتاب الثقات ج ۵ ص ۱۷۸ [۵] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۸۶

وحی نبوت کے تصور میں

سرسید اور مولانا آزاد کا اختلاف

(اخلاق حسین قاسمی دہلوی)

> مولانا اخلاق حسین قاسمی نے مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کی علمی، ادبی اور تفسیری خصوصیات پر ایک ضخیم تبصرہ ترتیب دیا ہے۔
> حسب ذیل مضمون اسی کا ایک حصہ ہے۔

ڈاکٹر رضی الدین صاحب نے نقد ابوالکلام میں اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ مولانا کو قدامت پسند علماء کی صف سے نکال کر ترقی پسندوں کی لائن میں کھڑا کر دیں۔ ڈاکٹر صاحب ایک ترقی پسند فاضل ہیں اور انہیں اپنے نقطۂ نظر کے مطابق ہی مولانا کے نظریات کی تاویل کرنی چاہیے تھی مگر اس درجہ نیچے اتر کر نہیں کہ تاویل تاویل نہ رہے بلکہ تحریف بن جائے۔

توحید کے بعد اسلام میں وحی اور نبوت کا مقام ہے۔ وحی اور نبوت کی بحث میں ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش نہایت غیر علمی انداز اختیار کر گئی ہے اور موصوف نے آزاد اور سرسید کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

تصورِ وحی کے موازنہ میں ڈاکٹر صاحب نے سرسید کے ساتھ علامہ اقبال اور ڈاکٹر عبدالحکیم کے تصورات کو بھی چھیڑا ہے اور ان سب مفکرین کو ایک ہی خیال کا حامی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

یہاں صرف مولانا آزاد کے تصور و تشریح سے بحث ہے، دوسرے مفکرین کو بحث میں شامل کر کے طوالت دینا مقصود نہیں۔

سرسیّد کا تصور وحی یہ ہے،

"پس وحی وہ چیز ہے جس کو قلب نبوت پر بسبب اس فطرت نبوت کے مبداء فیاض نے نقش کیا ہے، وہی انتقاش قلبی دوسرے بولنے والوں کی صورت میں دکھائی دیتا ہے مگر بجز اپنے آپ کے نہ وہاں کوئی آواز ہے نہ بولنے والا۔"

خدا اور پیغمبر میں کوئی واسطہ نہیں، خدا خود ہی پیغمبر کے دل میں وحی جمع کرتا ہے وہی پڑھتا ہے، وہی مطلب بتاتا ہے اور یہ سب کام اسی فطری قوت نبوت سے ہیں جو خدا تعالیٰ نے مثل دیگر قوائے انسانی کے انبیاء میں بمقتضائے ان کی فطرت کے پیدا کی ہے اور وہی قوت ناموس اکبر ہے اور وہی قوت جبرئیل پیغمبر۔
تفسیر القرآن صفحہ ۲۸

صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں — اسی کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اس پر نازل ہوتی ہے۔ اسی کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے۔

سرسید جمہور علماء کے اس مسلمہ عقیدہ اور متفق علیہ تفسیر سے اتفاق نہیں

کرتے کہ وحی الٰہی اس کلام خداوندی کا نام ہے جو پیغمبر کے قلب پر جبریل امین فرشتے کے ذریعہ نازل کی جاتی ہے۔ فرشتہ کبھی ظاہری پیکر میں محسوس ہوتا ہے اور کبھی صرف قلب ہی اس کا ادراک کرتا ہے۔

سرسید وحی کو پیغمبر کی فطری قوت اور فطری علم قرار دیتے ہیں، اسی باطنی اور فطری علم و ادراک سے تمام آیاتِ کتاب اور علوم دین اُبلتے اور نکلتے رہتے ہیں، باہر سے بوقت ضرورت آسمانی علم و ہدایت کا نزول سرسید کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا،

سرسید نے وحی الٰہی کے بارے میں سورۂ شوریٰ آیت (۵۱) اور سورۃ القیامہ آیات (۱۶ تا ۱۹) اور سورہ النجم آیات (۳ تا ۱۱) کی متفق علیہ تفسیر و تشریح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

مولانا حالیؒ کے نزدیک سرسید مرحوم کے ان تصورات کا ماخذ علماء محققین کے تصورات ہیں۔

مصلح و مجدد کو علوم مروجہ کی اتنی ضرورت نہیں جتنی اس بات کی ضرورت ہے کہ حق بات کہنے میں لومۃ لائم سے نہ ڈرے، کیونکہ وہ کوئی نئی بات نہیں کہتا بلکہ جو صداقتیں محققین کی تحقیقات میں موجود ہیں اور تقلید نے ان کی طرف سے آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں ان کو علی الاعلان ظاہر کرتا ہے۔

(حیات جاوید ۳۸۳)

سرسید نے اگر غور سے دیکھا جائے تو شاید اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا کہ جو صداقتیں اہلِ اسلام کی تصنیفات میں فرداً فرداً ضبط تحریر میں آئی تھیں اور اکابر علماء کے سوا ان سے کسی کو اطلاع نہ تھی سرسید نے ان سب کو ایک ہی بار خاص و عام پر علی الاعلان ظاہر کر دیا۔ (صفحہ ۳۳۸)

حیات جاوید کا یہی مدحیہ انداز ہے جس کی وجہ سے علامہ شبلی نے اسے کتاب المناقب قرار دیا ۔ مولانا حالیؒ کو ان محققین علماء کی وضاحت کرنی چاہیئے تھی اور یہ بتانا چاہیئے تھا کہ یہ فرقہ معتزلہ کے تصورات ہیں جنکی تشہیر و تبلیغ سرسید کر رہے تھے ۔

جمہور علماء اسلام نے جنہیں علمائے سنت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ہر دور میں معتزلہ کی تردید کی ہے ۔

ڈاکٹر صاحب نے مولانا آزاد کو سرسید کی مذکورہ تشریح کا ہمخیال ثابت کرنے کے لئے ترجمان القرآن جلد اول الفاتحہ کے دو اقتباس نقل کئے ہیں ۔ اور ان اقتباسات میں مولانا آزاد نے وحی والہام کے عام مفہوم (وجدانی ہدایت اور فطری رہنمائی) کی وضاحت کی ہے ——— اس نامکمل اقتباس سے مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب واصفؒ کو بھی مغالطہ ہوا اور مرحوم نے پیش نظر نقد ابوالکلام کے نسخہ کے حاشیہ پر ایک قلمی نوٹ تحریر کیا جو یہ ہے :-

"کتنا زبردست غلط مبحث اور تلبیس ہے حیوان مطلق کے جبلی اور فطری رجحانات وخصائل کا اس ہدایت سے کیا جوڑ لگتا ہے ؟

(نقد ابوالکلام صفحہ ۲۷۲ ۱/۸۲ ۱۹)

واصف نے یہ نسخہ مجھ سے مطالعہ کے لئے لیا تھا اور اس پر کئی مقامات پر اختلافی حواشی تحریر کر رہے تھے ——— ایک واصف صاحب ہی کا کیا قصور ہے جو شخص بھی ترجمان القرآن کے اس ادھورے اقتباس کو دیکھے گا وہ مولانا آزاد کی طرف اتنے ہی سخت الفاظ منسوب کرے گا جو واصف صاحب نے کئے ہیں اور مولانا آزاد سے بدگمان کرنے کی ذمہ داری نقد ابوالکلام کے ناقد صاحب پر عائد ہوگی ۔

نے روایت کی ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کو جامع دمشق میں خاص طور سے سیر و مغازی اور مناقب صحابہ بیان کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔

کان راویۃ للعلم وله علم بالمغازی	وہ حدیث کے راوی اور مغازی و سیر کے
والسیر، امر عمر بن عبد العزیز	عالم تھے، عمر بن عبد العزیز نے ان کو حکم دیا کہ
ان یجلس فی مسجد دمشق	دمشق کی مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو مغازی کے
فیحدث الناس بالمغازی و	واقعات اور صحابہ کے مناقب سنائیں چنانچہ
مناقب الصحابة ففعل۔ [1]	انھوں نے یہ خدمت انجام دی۔

ابو حفص عثمان بن ابو عاتکہ سلیمان ازدی دمشقی متوفی ۱۵۵ھ یمن کے علاقہ جند کے قاص تھے۔

عن ابی مسهر: کان قاصًّا عن	وہ جند کے قاص تھے
دحیم: لاباس به قاص الجند [2]	

ابو یزید نوف بن فضالہ بکالی حمیری متوفی مابین ۹۰ھ و ۱۰۰ھ اہل دمشق کے امام اور شہر حمص کے قاص تھے۔ ان کے ساتھ ایک اور بزرگ حمص کے قاص تھے۔ جبیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ام درداءؓ نے مجھے بلا کر کہا کہ:

یا جُبیر! اذهب الی نوف و فلان	اے جُبیر! تم نوف اور فلاں کے پاس جاؤ (یہ
قاصّین کانا بحمص فقل لهما:	دونوں حمص میں قاص تھے) اور ان سے کہو کہ
یجعلان من موعظتهما للناس	لوگوں کو وعظ سنانے میں اپنی ذات کو اس کا
فی انفسهما، [3]	نمونہ بنا کر پیش کریں۔

نوف بن فضالہ بکالی کے بارے میں ایک قول ہے کہ:

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۴۲۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۳۵، ۵۳۔ [3] تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲ ص ۱۲۹

وکان راویۃ للقصص [1] وہ قصص کے راوی تھے،

ابومحمد عبدالرحمن بن یزید یمانی صنعانی مشہور قاص تھے اور ان کے شاگرد ابووائل عبداللہ بن بحیر صنعانی بھی قاص تھے اور استاد شاگرد دونوں یمن میں قصص اور وعظ بیان کرتے تھے [2]

حضرت کعب احبار حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں قاص تھے۔ ان کے چچازاد بھائی ذوالکلاع ابوشراحیل شامی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عوف بن مالک نے مجھ سے کہا کہ ابوشراحیل! تمہارے بھائی کیا امیر کے حکم سے وعظ کہتے ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

القصاص ثلاثۃ، امیر او مامور قُصّاص تین ہیں: امیر یا مامور یا مغرور،

او مختال۔

جب اس کی خبر کعبؓ احبار تک پہنچی تو انھوں نے ایک سال تک وعظ کہنا بند کر دیا، آخر حضرت معاویہؓ نے ان کے پاس خاص طور سے آدمی بھیجکر کہلوایا کہ وعظ سنایا کریں [3]

ابوحازم سلمہ بن دینار متوفی ۱۳۵ھ مدینہ منورہ کے کبار علماء میں تھے۔

وکان یقص فی مسجد مدینۃ [4] مسجد نبوی میں وعظ و قصص بیان کرتے تھے۔

ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مدینہ کے قاضی، واعظ اور قاص تھے،

القاص، الواعظ، عالم المدینۃ و قاضیہا [5] قاص، واعظ، عالم مدینہ، اور وہاں کے قاضی

ابوالحارث عبدالوہاب بن ضحاک سلمی نے عبدالعزیز ابوحازم اور اسمٰعیل بن

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۹۴ [2] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۵۲ [3] تاریخ کبیر ج ۳ قسم ۱ ص ۲۲۸ [4] اسعاف المبطاء ص ۱۰ [5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۵۔